اسلام اور تربیت اولاد

شیخ عبداللہ ناصح علوان
ترجمہ: مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختارؒ

بچہ پیدا ہونے پر مربی کو کیا کرنا چاہیے؟

دین اسلام نے امت مسلمہ پر جو احسانات کیے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے بچہ سے متعلق تمام احکامات کو کھول کر بیان کر دیا، اور تربیت کے سلسلہ میں بنیادی اصولوں کو اتنا واضح کر کے پیش کیا ہے کہ جس کی وجہ سے تربیت کرنے والا نہایت سہولت اور آسانی سے بچہ کی صحیح تربیت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔ اس لئے ہر وہ شخص جس کے ذمہ تربیت کی ذمہ داری ہے اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے فرض کو ان بنیادی اور اساسی قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے پورا کرے جو اسلام نے پیش کئے ہیں اور ان بنیادی باتوں اور قواعد کو سامنے رکھے جو مربی اول خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین فرمائے ہیں۔ بچہ کی ولادت پر تربیت کرنے والے کو جو اہم کام بجالانا چاہیے وہ آپ کی خدمت میں پیش ہیں:

۱- بچہ کی پیدائش پر مبارک باد اور پیغام تہنیت پیش کرنا

کسی کے یہاں بچہ ہو تو اس کے مسلمان بھائی کے لئے مستحب یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی خوشی میں شریک ہو اور اس کو مبارک باد دے اور تہنیت پیش کرے، اور ایسا طریق اختیار کرے جس سے اسے مزید خوشی حاصل ہو، ایسا کرنا آپس کے تعلقات کو مستحکم اور روبط کو مضبوط وقوی کرتا ہے، اور اس کے ذریعے مسلمان خاندانوں میں باہمی الفت ومحبت کی فضا قائم ہوتی ہے، اگر بالفرض مبارک باد نہ دے سکے تو بہتر یہ ہے کہ اس کے اور نومولود کے لئے دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ...... مسلمان کی دعا مسلمان بھائی کے حق میں قبول فرماتے ہیں۔

امت اسلامیہ کی رہنمائی اور تعلیم کے لئے قرآن کریم نے مختلف مناسبات سے بچہ کی پیدائش پر مبارک باد وخوش خبری دینے کا تذکرہ کیا ہے اور جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا اس مبارک باد وخوش خبری دینے کا آپس کے معاشرتی

روابط وتعلقات پر گہرا اثر پڑتا ہے اور اس کے ذریعے مسلمانوں کے آپس کے رشتے اور مضبوط ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں ارشاد فرماتے ہیں: ترجمہ: اور البتہ آ چکے ہیں ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر بولے، سلام، وہ بولے سلام ہے، پھر دیر نہ کی کہ لے آئے ایک تلا ہوا بچھڑا، پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے پر نہیں آتے، تو کھٹکے اور دل میں ان سے ڈرے، وہ بولے ڈرومت ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں قوم لوط کی طرف، اور ان کی بیوی کھڑی تھی وہ ہنس پڑیں، پھر ہم نے ان کو اسحاق کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد ربانی ہے: ترجمہ: پھر ان کو آواز دی فرشتوں نے جب وہ کھڑے تھے، نماز میں حجرے کے اندر کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے۔ ایک اور آیت میں ہے: ترجمہ: اے زکریا ہم تم کو خوشخبری سناتے ہیں ایک لڑکے کی، جس کا نام یحییٰ ہے نہیں کیا ہم نے اس سے پہلے اس نام کا کوئی۔ سیرت کی کتابوں میں اس سلسلے میں جو واقعات مذکور ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو آپ کی خوشخبری ثویبہ نے آپ کے چچا ابولہب کو (جو ان کے آقا تھے) دی اور ان سے کہا: گزشتہ رات حضرت عبداللہ کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے، ابولہب نے اپنی باندی سے یہ خوشخبری سنی تو اس خوشی میں فوراً اس کو آزاد کردیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نیکی کو ضائع نہیں فرمایا بلکہ ان کے مرنے کے بعد ان کو اس کا صلہ یہ دیا کہ ان کو مرنے کے بعد انگوٹھے اور اس کی برابر کی انگلی کے درمیان کی جگہ سے سیراب کیا، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

سہیلی لکھتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے فرمایا: جب ابولہب کا انتقال ہوگیا تو میں نے ایک سال بعد ان کو بہت بری حالت میں دیکھا اور انہوں نے کہا: تم سے جدا ہونے کے بعد مجھے راحت نہ ملی البتہ ہر پیر کے روز مجھ سے عذاب کچھ کم کردیا جاتا ہے، یہ وہی دن تھا جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے اور آپ کی پیدائش کی خوشخبری ثویبہ نے اپنے آقا ابولہب کو دی تھی اور آپ کی پیدائش سے ابولہب خوش ہوئے تھے۔

بچہ کی پیدائش مبارک باد کس طرح پیش کی جائے، اس سلسلہ میں علامہ ابن القیم الجوزیہ اپنی کتاب ''تحفۃ المودود'' میں ابوبکر بن المنذر رسے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہم سے حسن بصری کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ ایک صاحب ان کے پاس آئے، ان کے پاس ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے جن کے یہاں بچہ پیدا ہوا تھا تو ان کو دیکھ کر ان صاحب نے کہا: شہسوار آپ کو مبارک ہو، حضرت حسن نے یہ سن کر فرمایا: تمہیں کیا پتہ کہ وہ شہسوار ہے یا گدھا۔ ان صاحب نے پوچھا: پھر کیا کہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ کہو: اللہ نے جو بچہ تمہیں دیا ہے اس میں تمہارے لئے برکت دی جائے اور اللہ کے شکر کی توفیق نصیب ہو اور وہ نیک پارسا بنے اور صحت ولمبی عمر پائے۔

تہنیت اور مبارک باد ہر بچہ پر دینا چاہئے اس میں لڑکا یا لڑکی میں تفریق نہ کرنا چاہئے ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ

اپنے معاشرہ میں اس سنت کو قائم کریں تاکہ آپس کے تعلقات مستحکم ہوں اور مرور ایام کے ساتھ اس میں مزید اضافہ ہوتا جائے اور مسلمانوں کے گھروں اور خاندانوں پر انس ومحبت اور الفت واخوت سایہ فگن رہے، مسلمانوں کی بھلائی اس میں ہے کہ وہ اس راستہ کو اختیار کریں جو ان کو باہمی الفت و وحدت کی جانب لے جانے والا ہو، تاکہ صحیح معنوں میں اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہ سکیں، اور ان کی وحدت اس مضبوط قلعہ کی طرح ہو جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط بناتا ہے۔ بعض خاندان میں رواج ہے کہ وہ بچہ پیدا ہونے پر مختلف قسم کے ہدایا اور ہار پھول پیش کرتے ہیں، یہ اچھی بات ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک: آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دو محبت پیدا ہوگی کے ضمن میں یہ بھی آجاتا ہے اور یہ مسلمانوں میں الفت ومحبت کو بڑھاتا ہے لیکن اس کو رسم نہیں بنانا چاہئے، اور نہ لازم سمجھنا چاہئے، نہ ان طریقوں کو اختیار کرنا چاہئے جو غیر مسلموں کے ہیں اور ساتھ ہی اسراف وتبذیر سے بھی بچنا چاہئے۔

بچہ کی پیدائش پر اذان واقامت کہنا:

نومولود کے سلسلہ میں جو احکامات اسلام نے صادر کئے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ نومولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے، یہ کام پیدائش کے فوراً بعد کرنا چاہئے، اس لئے کہ ابوداؤد وترمذی کی روایت میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب فاطمہ کے یہاں حسن بن علی پیدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان دی۔

بیہقی اور ابن السنی حضرت ابن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جس کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوا اور اس شخص نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی تو اس بچہ کو ام الصبیان کی بیماری نہ ہوگی۔ یہ ایک قسم کی مہلک بیماری ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے مراد جناتی اثرات ہیں۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت حسن بن علی پیدا ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔

اذان اور اقامت کہنے کا راز ابن قیم الجوزیہ اپنی کتاب ''تحفۃ المودود'' میں لکھتے ہیں کہ اذان اور اقامت کہنے کا راز یہ ہے کہ انسان کے کان میں سب سے پہلی آواز ایسے کلمات عالیہ کی پڑے جو اللہ کی عظمت وکبریائی پر مشتمل ہوں اور وہ کلمۂ شہادت اس کے کان میں پڑ جائے جو اسلام میں داخل ہونے کا ذریعہ ہے، تو یہ گویا ایک قسم کی تلقین ہے کہ جب وہ دنیا میں آرہا ہے تو اس کو اسلام کے شعار کی اطلاع ہو جائے جیسے کہ جب انسان دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کو کلمہ توحید کی تلقین کی جاتی ہے اور اس اذان کا اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے اور وہ چاہے محسوس نہ کرے لیکن اس کا اثر اس پر ضرور ہوتا ہے۔

اذان واقامت کے اس فائدے کے علاوہ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اذان کے کلمات سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے، شیطان پیدائش سے پہلے ہی اس گھات میں تھا لیکن جب اس کے کان میں ایسے کلمات پڑے جو اس کو کمزور کرنے کا باعث ہیں تو پہلی ملاقات کے موقعہ پر ہی اس نے ایسے کلمات سن لئے جن کو سن کر وہ آگ بگولہ ہو جاتا ہے۔

اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اس بچہ کو شروع ہی سے اللہ اور اسلام کی طرف اور اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دے دی جائے اور شیطان کی دعوت سے پہلے رحمان کی دعوت دی جائے۔ اس لئے کہ یہی اللہ کی وہ فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور یہ وہ فطرت الٰہی اور نظام خلقت ہے جس کو شیطان بدلنا چاہتا ہے اور مولود کو اس سے ہٹانا چاہتا ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت حکمتیں ہیں جو اس اذان واقامت میں مشتمل ہیں اور ابن القیم رحمہ اللہ نے ان حکمتوں کو خوب تفصیل سے بیان کیا ہے جو اس بات کی نہایت واضح ثبوت ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کے پیدا ہوتے ہی اور دنیا کی خوشبو سونگھتے ہی اس کے عقیدۂ توحید وایمان کی حفاظت اور شیطان و خواہشات نفس سے اس کو بچانے کا کتنا اہتمام کیا ہے تاکہ وہ دنیا میں اللہ کا صحیح بندہ بن کر دنیا کی فانی زندگی گزار سکے۔

۳- بچہ کی پیدائش پر تحنیک کرنا:

نومولود کے سلسلہ میں شریعت اسلامیہ نے جو احکامات دیئے ہیں ان میں سے تحنیک بھی ہے، تحنیک کسے کہتے ہیں؟ اور اس میں حکمت وفائدہ کیا ہے؟

تحنیک کے معنیٰ ہیں کھجور کو چبا کر بچہ کے تالو پر لگا دینا یعنی جو کھجور چبائی گئی ہے اس کا کچھ حصہ انگلی پر لے کر نومولود کے منہ میں داخل کر دینا اور آہستہ سے انگلی اس کے منہ میں دائیں بائیں پھیرنا تاکہ وہ چبی ہوئی کھجور پورے منہ میں پہنچ جائے اور اگر بالفرض کھجور موجود نہ ہو تو پھر کسی بھی میٹھی چیز سے تحنیک کر دینا چاہئے چاہے مصری ہو یا شیرہ وغیرہ تاکہ سنت پر عمل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی پیروی ہو جائے۔

اس میں یہ حکمت بھی ہوسکتی ہے کہ اس کے ذریعے سے منہ کے پٹھوں اور رگوں کو مضبوط کرنا مقصود ہوتا کہ بچہ تالو جبڑے اور زبان سب کو حرکت دے اور ماں کے سینہ سے دودھ پینے اور پستان چوسنے کی استعداد وصلاحیت پیدا ہو جائے اور فطری طریقے کے مطابق دودھ پینا شروع کر دے۔ بہتر یہ ہے کہ تحنیک کسی متقی عالم، نیک صالح بزرگ سے کرائی جائے تاکہ بچہ کو برکت حاصل ہو اور اس کے لئے نیک فال ہو۔

تحنیک کے مستحب ہونے کو فقہائے کرام نے جن احادیث سے ثابت کیا ہے وہ یہ ہیں:

صحیح بخاری ومسلم میں ابو بردۃ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا تو میں اس کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ابراہیم

رکھا اور ایک کھجور سے اس کی تحنیک کی اور اس کے لئے برکت کی دعا کر کے اسے میرے حوالے کر دیا۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ابوطلحہ کا بیٹا بیمار تھا، ابوطلحہ سفر میں گئے، پیچھے بچہ کا انتقال ہوگیا، جب ابوطلحہ سفر سے واپس آئے تو بیوی سے پوچھا: بچہ کیسا ہے؟ ام سلیم نے جواب دیا، پہلے سے زیادہ پرسکون ہے۔ یہ کہہ کر شوہر کو کھانا کھلایا، اور رات کو شوہر جب ان سے ہمبستری کر چکے تو ام سلیم (بیوی نے ان سے کہا کہ: بچہ کا انتقال ہو چکا ہے، اس کے دفن کا بندوبست کیجئے، صبح کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے واقعہ ذکر کیا، آپ نے پوچھا کیا تم نے رات ہمبستری کی تھی، انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے دعا کی، اے اللہ ان دونوں میاں بیوی کے لئے برکت دے دیجئے، چنانچہ اس حمل سے جب بچہ پیدا ہوا تو ابوطلحہ نے مجھ سے کہا، اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ، ساتھ میں چند کھجوریں بھی بھیج دیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نومولود کو گود میں لے کر پوچھا: کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی لائے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں چند کھجوریں ہیں، آپ نے کھجور لے کر چبائی اور اپنے منہ سے نکال کر بچہ کے منہ میں دے دی اور اس کی تحنیک کی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔

خلال کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن علی نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل کی ام ولد (باندی) سے سنا وہ فرماتی تھیں کہ جب مجھے دردِ زہ شروع ہوا تو میرے آقا سوئے ہوئے تھے میں نے انہیں اٹھایا اور کہا اے میرے آقا مجھے سخت تکلیف ہے، مری جا رہی ہوں، انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری تکلیف دور فرمائے، ان کا یہ کہنا تھا کہ میرے یہاں بچہ پیدا ہوا (جس کا نام سعید رکھا گیا) امام احمد نے فرمایا: وہ کھجوریں لے آؤ (ان کے پاس مکہ مکرمہ کی کھجوریں تھیں ان کے بارے میں فرمایا) اور پھر علی کی والدہ سے کہا: یہ کھجور چبا کر اس کی تحنیک کو دو، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔

۴-نومولود کا سر مونڈنا

نومولود کے سلسلے میں اسلام نے جو احکامات دیئے ہیں، ان میں سے یہ بھی ہے کہ ساتویں دن اس کے سر کے بال مونڈنے اور ان بالوں کے برابر چاندی کو فقراء و مستحقین پر صدقہ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے، اس میں دو حکمتیں ہیں:

صحت سے متعلق حکمت

صحت و طب کے لحاظ سے یہ فائدہ ہے کہ بچہ کا سر مونڈنے سے اسے قوت حاصل ہوتی ہے اور سر کے مسامات کھل جاتے ہیں اور ساتھ ہی اس سے نگاہ اور سماعت اور سونگھنے کی قوت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ابن قیم نے اپنی کتاب تحفۃ المودود میں اس کو بیان کیا ہے۔

معاشرتی وقومی مصلحت و حکمت

اور وہ اس طرح کہ اس کے بال کے برابر چاندی صدقہ کرنے سے معاشرہ میں باہمی امداد کا جذبہ پیدا ہوگا اور

اس سے حاجت مند کی ضرورت پوری ہوگی اور آپس میں تعاون امداد اور رحم کھانے کی فضا پیدا ہوگی۔

جن احادیث سے فقہائے کرام نے سر مونڈنے اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنے کے مستحب ہونے کو ثابت کیا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

امام مالک اپنی کتاب ''موطأ'' میں جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن وحضرت حسین وحضرت زینب وحضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم کے سروں کے بال وزن کرا کر اتنی مقدار میں چاندی صدقہ کی ہے۔

ابن اسحاق عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کرتے ہیں کہ محمد بن علی بن الحسین نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کی طرف سے عقیقہ میں بکرا ذبح کیا اور فرمایا: اے فاطمہ، ان کا سر منڈوا دو اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کر دینا، انہوں نے بالوں کا وزن کیا جو ایک درہم یا اس سے کچھ کم تھا۔

یحییٰ بن بکیر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں دن حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا سر مونڈنے کا حکم دیا چنانچہ ان کا سر مونڈ دیا گیا اور بالوں کے وزن کے برابر آپ نے چاندی صدقہ کر دی۔

اس ضمن میں ایک مسالہ بھی ہے اور وہ یہ بچہ کے سر کے کچھ حصہ کے بال مونڈے اور کچھ چھوڑ دیئے جائیں جسے قزع کہا جاتا ہے اس سلسلہ میں صریح ممانعت آتی ہے، امام بخاری ومسلمؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع کی ممانعت فرمائی ہے۔

جس قزع کی ممانعت آتی ہیں اس کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ بچہ کے سر کے بال مختلف جگہ سے مونڈ دیئے جائیں کچھ کہیں سے اور کچھ کہیں سے۔

۲۔ سر کے بیچ کے بال مونڈ دیئے جائیں اور چاروں طرف کے چھوڑ دیئے جائیں۔

۳۔ چاروں طرف کے بال مونڈ دیئے جائیں اور درمیان کے چھوڑ دیئے جائیں۔

۴۔ آگے کے مونڈے جائیں اور پیچھے کے چھوڑ دیئے جائیں۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کے فرمان کے بموجب یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کو عدل وانصاف بہت زیادہ محبوب ہے اسی لئے انسان کو اپنے جسم ونفس کے بارے میں بھی عدل کا حکم دیا گیا اور اس بات سے منع کیا کہ سر کا کچھ حصہ مونڈے اور کچھ چھوڑ دے اس لئے کہ یہ سر پر ظلم ہے کہ اس کے بعض حصہ کو بالکل ننگا کر دیا جائے اور بعض کو چھپا رہنے دیا جائے، اس کی نظیر ایک اور بھی ہے اور وہ یہ کہ اس طرح بیٹھنے کی ممانعت ہے کہ انسان کا کچھ حصہ دھوپ میں ہو اور کچھ حصہ سایہ میں اس لئے کہ یہ بدن کے بعض حصہ پر ظلم کے مترادف ہے، اسی طرح وہ حکم بھی ہے

جس میں انسان کو ایک پاؤں میں چپل پہن کر چلنے سے منع کیا گیا ہے، بلکہ حکم دیا گیا کہ یا تو دونوں کو اتار دو یا دونوں پاؤں میں پہن لو۔

یہاں ایک اور حکمت بھی ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ ہے کہ مسلمان جب معاشرہ میں آئے تو اس کا منظر، شکل وصورت، وضع وقطع مناسب اور درست ہو، سر کے بعض حصہ کا مونڈنا اور بعض کا چھوڑ دینا مسلمان کے وقار اور خوبصورتی کے منافی ہے اور ساتھ ہی اس اسلامی شخصیت کے بھی منافی ہے جس کے ذریعے ایک مسلمان دوسری ملتوں اور عقائد سے ممتاز اور دیگر مختلف قسم کے ناشائستہ بے ہودہ اور بدکردار لوگوں سے الگ تھلگ ہوتا ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے والدین اور تربیت کرنے والے ان احکامات سے مکمل طور پر ناآشنا ہیں، بلکہ ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے کہ جب ان سے ان احکامات وغیرہ کے بارے میں ہم گفتگو کرتے ہیں اور ان منکرات پر نکیر کرتے ہیں تو ان پر حیرت وتعجب کی ایک عجیب سی کیفیت ظاہر ہوتی ہے اس لئے کہ یہ باتیں انہیں معلوم ہی نہیں ہوتیں، نہ ان پر عمل کرنے والے اور ان احکامات کو تطبیق دینے والے ان کے سامنے ہوتے ہیں، سوائے ان مٹھی بھر گنے چنے لوگوں کے جنہیں اللہ توفیق دے۔

میں اس قسم کے لوگوں کے کان میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی نظر میں ناواقفیت کوئی عذر نہیں ہے اور دینی مور اور بچوں کی تربیت کے سلسلے میں جن احکامات اور امور کا جاننا ضروری ہے اس میں کوتاہی اور تقصیر کرنا قیامت میں اس باز پرس سے نہیں بچا سکتا جو انسان سے روز محشر میں اس کے فرائض وذمہ داریوں کے سلسلہ میں ہوگی۔

ابھی جو احکام ہم نے ذکر کئے ہیں، یہ اگرچہ مندوبات اور مستحبات کے قبیل سے ہیں لیکن ہمیں چاہئے کہ ہم ان کو کامل مکمل طور پر اپنی اولاد، رشتہ داروں اور متعلقین پر نافذ کریں اور خود بھی عمل کریں اور دوسروں سے بھی عمل کرائیں، اس لئے کہ اگر ہم آج مستحب چیز میں تساہل سے کام لیں گے تو یقیناً یہ واجب چیز میں بھی تساہل کا ذریعہ بنے گا اور پھر فرض میں بھی سستی اور تساہل ہوگا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام کے معاملے میں بھی تساہل برتنے لگیں گے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صرف نام کے مسلمان صریح کفر کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور کھلی گمراہی کے دام میں گرفتار ہو کر دین واسلام سے مکمل طور پر خارج ہو جاتے ہیں۔

اس لئے تربیت کرنے والے حضرات کو چاہئے کہ ان احکام پر عمل کریں اور اپنی اولاد پر یہ مستحبات ایک ایک کر کے نافذ کریں تاکہ اللہ کی خوشنودی ہو اور اسلام پر قول وفعل دونوں لحاظ سے عمل ہو اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دشمنوں پر فتح نصیب کرے اور ان کو وہ عزت وکرامت دوبارہ پھر سے نصیب ہو جو ختم ہو چکی ہے اور ان سے زبردستی غصب کر لی گئی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

☆☆☆